ندر و نیاز
کا ثبوت
تصنیفِ لطیف
حضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی
Visit Owaisi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اما بعد! نذر کی دو قسم ہیں۔(۱) شرعی (۲) عُرفی

نذرِ شرعی غیرُاللہ کے لئے ماننا شرک ہے۔

عُرفی) نذرِ لُغَوی بمعنی نذرانہ، نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور ولی کے لئے ہے۔ جیسے اُستاد کا نذرانہ وغیرہ۔ ہم جب بھی کسی ولی کے دربار پر نذر کا نام لیتے ہیں تو یہی نذرانہ مقصود ہے یعنی کام ہو جانے کے بعد وہ شے (چیز) اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگی، لیکن اُس کے ثواب کا نذرانہ، ولی کامل کی روح کو پیش کیا۔ یا یوں ہو کہ کام ہونے پر ادا کردہ نذرِ اَشیاء، ولی کامل کے آستانہ کے فقُراء (غریبوں) پر تقسیم ہوگی۔ جیسے کہ کوئی صاحب اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا اللہ کام ہو گیا تو طعام (کھانا) پکا کر فلاں مدرسہ کے طَلَباء کو کھلاؤں گا۔

گذشتہ تقریر سے دو باتیں طلبِ دلیل ہیں۔(۱) نذرِ لُغَوی (۲) شرعی۔ یہ نذر تو اللہ تعالیٰ کے لئے (ہے) لیکن درمیان میں غیرُاللہ (اللہ کے علاوہ) کو سبب بنا کر ادا کی گئی (ہے)۔ اِسی لئے اِس کے دو باب ہیں:۔

اوّل (باب): ثُبوتِ نذرِ لُغَوی عُرفی اور باب دوم: نذرِ شرعی فقہی۔ ایک خاتمہ، مختلف مَسائل و اَحکام۔

نذرِ لُغَوی عُرفی بمعنی نذرانہ کا ثُبوت: حدیث شریف میں ہے کہ ایک بی بی صحابیہ نے نذر مانی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ اُحد سے بخیریت واپس آجائیں تو میں آپ ﷺ کے سامنے دَف (ڈھول) بجاؤں گی یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ۔ [1]

(مشکوۃ فی المناقب)

حضرت عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ)

قَالَ سَمِعْتُ بُرَيْدَةَ يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ نَذَرْتُ إِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ سَالِمًا أَنْ أَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَأَتَغَنَّى فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِي وَإِلَّا فَلَا فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَأَلْقَتْ الدُّفَّ تَحْتَ اسْتِهَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ إِنِّي كُنْتُ جَالِسًا وَهِيَ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ أَنْتَ يَا عُمَرُ أَلْقَتْ الدُّفَّ. [2]

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے واپسی پر ایک سیاہ رنگ کی لڑکی حاضر ہوئی اور اُس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت واپس لائے تو آپ کے سامنے دَف بجاؤں گی اور

---

[1] (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب عمر، الفصل الثاني، 1705/3، الحديث: 6048-[14]، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[2] (سنن الترمذی، كتاب المناقب عن رسول الله، باب في مناقب عمر بن الخطاب رضي الله عنه، 580/5، الحديث: 3690، دار الكتب العلمية)

گانا گاؤں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نے نذر مانی ہے تو بجا، ورنہ نہیں۔ چنانچہ اُس نے بجانا شروع کیا، اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، وہ بدستور بجاتی رہی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے وہ پھر بھی بجاتی رہی۔ اُس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو وہ پھر بجاتی ہی رہی پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو اُس نے دَف سُرین کے نیچے رکھا اور اس پر بیٹھ گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم سے شیطان (بھی) ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا ہوا تھا تو یہ دَف بجاتی رہی حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے بجاتی رہی، حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے پھر بھی دف بجاتی رہی پھر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے تو بھی بجاتی رہی لیکن اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جب تم داخل ہوئے، اس نے دَف چھوڑ دیا۔

شرع شریف میں تو (نذر) مخصوص باللہ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص) ہوتے ہیں، لیکن لغۃً و عرفِ عام میں غیر اللہ کے لئے جائز ہوتے ہیں۔ جیسے طواف کا عُرف، شرع میں کعبہ کے ارد گرد عبادت کی غرض پر پھرنا۔

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ○ (پارہ۱۷، سورہ الحج، آیت ۲۹) **ترجمہ:** اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

لیکن عُرفِ عام اور لُغت میں بمعنی کسی کے اِرد گرد پھرنا، خواہ فیض و برکات حاصل کرنے کی غرض پر (ہو) یا ویسے ہی (ہو)۔ مولوی اَشرف علی تھانوی لکھتا ہے: "اِسی طرح غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے، لیکن عرفاً و لغۃً جائز ہے۔"

مسئلہ) نذر ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے، لیکن غیر خدا کا نام، وسیلۃً درمیان میں لے کر نذر کی ادائیگی کا وعدہ کیا جائے۔ جیسے بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ نے نذر مانی: اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا۔ (پارہ۳، سورہ آل عمران، آیت ۳۵)

ترجمہ: میں تیرے لئے منّت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے۔

دیکھئے بی بی صاحبہ منّت مان رہی ہیں، لیکن درمیان میں ادائیگی کی مشروط بہ شرط (شرط کے ساتھ خاص) کر رہی ہیں۔ ایسے ہی ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ بیت المقدّس میں چراغ کے لئے تیل بھیجوں گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُسے پورا کرو۔ ایسے ہی کسی نے نذر مانی کہ میں مقام بوانہ میں اُونٹ ذبح کروں گا تو فرمایا کہ اگر وہاں بُت نہ ہو تو نذر پوری کرو۔

ثابت ہوا نذر میں غیر اللہ کا درمیان میں نام آجائے تو حرج نہیں، جب نذر اللہ کے لئے ہو۔ ایسے ہی کسی جگہ یا کسی خاص جماعتِ فُقراء کی قید لگا دینا جائز ہے، جیسا کہ دیوبندیوں کے قُطب مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے: "جو امواتِ اولیاء اللہ کی نذر ہے تو اُس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اُس کا ثواب ان کی روح کو پہونچے تو صدقہ درست ہے جو نذر بمعنی تقرّب، اُن کے نام پر ہے، تو حرام ہے۔"[3]

(فتاویٰ رشیدیہ جلد اول)

اِسی طرح شامی میں ہے: بِأَنْ تَكُونَ صِيغَةُ النَّذْرِ لِلّٰهِ تَعَالَى لِلتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ وَيَكُونَ ذِكْرُ الشَّيْخِ مُرَادًا بِهِ فُقَرَاؤُهُ كَمَا مَرَّ[4]

یعنی صیغہ (لفظ) نذر کا اللہ تعالیٰ کے تَقرّب (قُرب حاصل کرنے) کے لئے ہو اور شیخ کا نام لے کر فُقراء مراد ہوں تو جائز ہے۔

---

[3] (فتاویٰ رشیدیہ کامل، کتاب الہبہ، رشوت کا بیان، بادشاہ، نواب، پیر، ولی کو نذر دینا، ص 524، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

[4] (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مطلب في صوم الست من شوال، 439/2، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

سوال) بعض فُقہاء، نذرالاولیاءاللہ (اولیاء اللہ کے لئے نذر ماننے) کو حرام قرار دیتے ہیں۔

جواب) وہ اُس صورت میں ہے جبکہ نذر سے تقرّب اِلی الولی بالذات (بالذّات ولی کی قُربت حاصل کرنا) مقصود ہو۔ چنانچہ فُقہاء کی عبارت میں ہمیشہ تقریباً "الیھم" (ان کی طرف) کا اضافہ ضرور ہوتا ہے ورنہ تمام فُقہاء نے عُرفی ولُغوی نذر کے جواز کا فتویٰ کیوں دیا؟ جیساکہ ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا

مِنْ هٰهُنَا عُلِمَ أَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْأَوْلِيَاءِ – كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِي زَمَانِنَا – حَلَالٌ طَيِّبٌ.[5] (تفسیرِ احمدی، پارہ:۲، صفحہ:۵۶)

ترجمہ: وہ گائے جو اَولیاء کی نذر کی جاتی ہے، ہمارے زمانہ میں دَستور ہے تو وہ حلال، طیب ہے۔

فائدہ) اِس سے ثابت ہوا کہ ہمارا کہنا کہ اے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ دعا کریں کہ اگر میرا مریض اچھا ہوگیا تو میں آپ کے نام کی دیگ پکواؤں گا۔ اِس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خدا ہیں۔ اِس بیمار کے اچھے ہونے پر میں یہ عبادت کرونگا بلکہ مطلب یہ ہوا کہ میں پلاؤ وغیرہ کا صدقہ کروں گا اللہ تعالیٰ کے لئے، اِس کا جو ثواب ملے گا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بخشوں گا۔ جیسے کوئی شخص کسی طبیب سے کہے کہ اگر بیمار اچھا ہو گیا تو پچاس روپیہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نذر کروں گا۔ اِس میں کیا گناہ ہے۔ تو جیسے یہاں طبیب کو نذر کا کہا، یہ لُغوی عُرفی نذر ہے، نہ کہ شرعی۔ اِسی طرح ہمارے ہاں جو نذر مُروّج ہے اور منّت یں مانی جاتی ہیں، سب عُرفی ولُغوی ہیں، شرعی فقہی نہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ غیر خدا، نبی، ولی وغیرہ کے لئے شرعی فقہی نذر، حرام اور شرک ہے۔ اَولیاء کرام زندہ کو نذر دینا، یہ عُرفی نذر ہے بمعنی نذرانہ۔ اگر صاحبِ وِصال ہیں، مزار پر حاضر ہو کر نذر دی جاتی ہے، وہ نذر فقہی شرعی نہیں بلکہ عُرفی ولُغوی ہے۔ جیسے بڑوں کو ہدیہ تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدّین دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ نذور میں لکھتے ہیں:

آنکه لفظ نذرکه آنجا مستعمل مے شود نه برمعنی شرعی است که ایجاب غیرواجب است که آنچه پیش بزرگان مے برندنذرونیاز می گویند[6]

ترجمہ: جو نذر کہ اِس جگہ مستعمَل ہوتی ہے وہ اپنے شرعی معنی پر نہیں، بلکہ معنیٔ عُرفی پر ہے، اِس لئے کہ جو کچھ بُزرگوں کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں، اُس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔

امام اَجل سیّدی عبدالغنی نابلسی قُدّس سرّہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

وَمِنْ هَذَا ٱلْقَبِيلِ زِيَارَةُ ٱلْقُبُورِ وَٱلتَّبَرُّكُ بِضَرَائِحِ ٱلْأَوْلِيَاءِ وَٱلصَّالِحِينَ، وَٱلنَّذْرُ لَهُمْ بِتَعْلِيقِ ذٰلِكَ عَلَىٰ حُصُولِ شِفَاءٍ أَوْ قُدُومِ غَائِبٍ؛ فَإِنَّهُ مَجَازٌ عَنِ ٱلصَّدَقَةِ عَلَى ٱلْخَادِمِينَ لِقُبُورِهِمْ، كَمَا قَالَ ٱلْفُقَهَاءُ فِيمَنْ دَفَعَ ٱلزَّكَاةَ لِفَقِيرٍ وَسَمَّاهَا قَرْضًا: صَحَّ، لِأَنَّ ٱلْعِبْرَةَ بِٱلْمَعْنَىٰ لَا بِٱللَّفْظِ.[7]

---

[5] (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية لملا جيون الحنفي، البقرة: 173، ص55، دار الكتب العلمية، 2010)

(جهود العلماء الحنفية في ابطال عقائد القبورية لشمس الدين السلفي الأفغاني، المطلب الاول عرض عقيدة القبورية فى نذورهم لاهل القبور، 1546/3، دار السميعي، الرياض، السعودية، الطبعة الأولى: 1416هـ/1996)

[6] (مجموعہ رسائل تسعہ، ص21، مطبوعہ مطبع احمدی دہلی، 1314ھ)

[7] (الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية، الخلق الثامن والاربعون الخ، 151/2، مكتبه نوريه رضويه فيصل آباد)

ترجمہ: اِسی قبیل سے ہے: قبروں کی زیارت کرنا، اور شفایابی یا کسی مسافر کے واپس آنے سے مشروط اولیاء کے لئے نذریں ماننا، (یہ سب جائز ہیں) کیونکہ یہ نذریں وہاں مزارات کے خادموں کیلئے صدقہ مجازاً مراد ہوتی ہیں۔ جیسا کہ فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ کسی کو قرض کا نام لے کر دے تو صحیح ہو گا کیونکہ معنیٰ کا اعتبار ہوتا ہے لفظوں کا اعتبار نہیں ہوتا۔

قرآن مجید) اللہ تعالیٰ نے بی بی مریم کی والدہ کی ایک **منّت** (منوتی) کا قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت عمران کے ہاں اولاد نہ تھی ان کی اہلیہ نے **منّت** یوں مانی چنانچہ ان کی **منّت** (منوتی) کے متعلق فرمایا

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْجِ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (پارہ۳، سورہ آل عمران، آیت ۳۵)

ترجمہ: جب عمران (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی بیوی نے عرض کی: اے رب (عزوجل) میرے، میں تیرے لئے **منّت** مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے تو تُو مجھ سے قبول کرلے بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

تعارُفِ عمران رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) یہ ولی اللہ تھے۔ یاد رہے کہ عمران دو ہیں، ایک عمران بن یصھر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب۔ یہ تو حضرتِ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے والد ہیں۔ دوسرے عمران بن ماثان یہ حضرتِ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ، (حضرتِ) مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے والد ہیں۔ دونوں عمرانوں کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے۔ یہاں (گزشتہ آیت میں) دوسرے عمران (یعنی عمران بن ماثان) مراد ہیں اُن کی بی بی صاحبہ کا نام حَنَّہ بنتِ فاقوذا ہے، یہ مریم کی والدہ ہیں، وہ بھی ولیہ بلکہ اِن کا سارا خاندان اولیاء اللہ تھا۔ **منّت** میں یہ کہا کہ جو بچہ پیدا ہو گا اور تیری عبادت کے سوا دنیا کا کوئی کام اس کے متعلق نہ ہو۔ بیت المقدس کی خدمت اس کے ذمہ ہو۔ علماء نے واقعہ اِس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرتِ زکریاء و عمران (بن ماثان) دونوں ہم زُلف تھے، فاقوذا کی دُختر (بیٹی) ایشاع جو حضرت یحییٰ کی والدہ ہیں اور اُن کی بہن حَنَّہ جو فاقوذا کی دوسری دُختر اور حضرتِ مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی والدہ ہیں، وہ عمران کی بی بی تھیں، ایک زمانہ تک حَنَّہ کے اولاد نہیں ہوئی، یہاں تک کہ بُڑھاپا آگیا اور مایوسی ہو گئی، یہ صالحین کا خاندان تھا اور یہ سب لوگ اللہ کے مقبول بندے تھے ایک روز حَنَّہ نے ایک درخت کے سایہ میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنے بچہ کو بھرا رہی تھی (کھانا کھلا رہی تھی)۔ یہ دیکھ کر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ یارب (عزوجل) اگر تو مجھے بچہ دے تو میں اُس کو بیت المقدّس کا خادِم بناؤں اور اُس خدمت کے لئے حاضر کردوں۔ جب وہ حاملہ ہوئیں اور اُنہوں نے یہ نذر مان لی تو اُن کے شوہر نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا اگر لڑکی ہو گی تو وہ اِس قابل کہاں ہے۔ اس زمانہ میں لڑکوں کو خدمتِ بیتُ المقدس کے لئے دیا جاتا تھا اور لڑکیاں عوارض نسائی اور زنانہ کمزوریوں اور مردوں کے ساتھ نہ رہ سکنے کی وجہ سے اِس قابل نہیں سمجھی جاتی تھیں، اس لئے اُن صاحبوں کو شدید فکر لاحق ہوئی اور حَنَّہ کے وضعِ حمل سے قبل عمران کا انتقال ہو گیا۔

تفسیرِ مظہری میں ہے کہ بی بی حنّہ، اولیاء اللہ کے گھرانے سے تھیں، اُنہوں نے بچہ کی دعا کی تو مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حاملہ ہوئیں۔ [8]

انتباہ) عمران اور اُس کے خاندان کے اولیاء اللہ ہونے کے دَلائل، قرآنی آیات کے اِشارات اور تَفاسیر واَحادیث کی تَصریحات میں موجود ہیں۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ **منّت** ماننا قدیمی رسم اور انبیاء و اولیاء کا کام ہے۔ دوسرا یہ کہ نذر ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے لیکن اُس میں وسیلہ بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو جیسے بی بی حنّہ نے **منّت** کی کہ جو بچہ پیدا ہو گا وہ عبادت اللہ تعالیٰ کی کرے گا اور خدمت گار ہو گا بیت المقدّس کا۔ بیت المقدّس کا واسطہ درمیان میں

---

[8] (التفسير المظهري، آل عمران:35، 40/2، مكتبة الرشدية–الباكستان، الطبعة: 1412هـ)

کیوں؟ اِس کی وجہ وہی ہے کہ اُن کے خاندان (نبوت وولایت) کا دستور تھا کہ تابُلوغ (بالغ ہونے تک) بچہ بیت المقدس کے لئے وقف ہو جاتا ہے اور یہ اُن کی شریعت میں جائز تھا بعدِ بُلوغ اُسے اختیار ہو تا کہ خواہ وہ بیت المقدّس کی خدمت میں رہے یا جہاں چاہے جائے۔

احادیث مبارکہ) حدیث شریف میں ہے:

أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى رَأْسِكَ بِالدُّفِّ قَالَ أَوْفِي بِنَذْرِكِ قَالَتْ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ لِصَنَمٍ قَالَتْ لَا قَالَ لِوَثَنٍ قَالَتْ لَا قَالَ أَوْفِي بِنَذْرِكِ [9]

ترجمہ: ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے سر پر (سامنے) دَف بجانے کی منّت مانی تھی۔ فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلو۔ عرض گزار ہوئی کہ میں نے فلاں جگہ جانور ذبح کرنے کی نذر کی تھی جہاں دورِ جاہلیت میں لوگ ذبح کیا کرتے تھے۔ فرمایا کیا بُت کے لئے؟ عرض گزار ہوئی کہ نہیں۔ فرمایا: کیا وَثَن کے لئے؟ عرض گزار ہوئی کہ نہیں۔ فرمایا: تو اپنی نذر پوری کرلو۔

فائدہ) صَنَم اور وَثَن دونوں بتوں کی قسمیں ہیں، صرف شناخت کی وجہ سے علیحدہ نام پڑ گئے۔ المصباح المنیر میں ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَيُقَالُ الصَّنَمُ الْمُتَّخَذُ مِنَ الْجَوَاهِرِ الْمَعْدِنِيَّةِ الَّتِي تَذُوبُ وَالْوَثَنُ هُوَ الْمُتَّخَذُ مِنْ حَجَرٍ أَوْ خَشَبٍ [10]

ترجمہ: ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت ہے کہ صنم اس کو کہتے ہیں جو جواہر معدنیہ سے ڈھال کر بنایا جاتا ہے اور وَثَن اس کو کہتے ہیں جو پتھر اور لکڑی سے بنایا گیا ہو۔

استدلال) اس حدیث میں ہمارے مسلکِ اہلِ سنّت کی تائید، یوں ہے کہ عورت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی منّت کا وسیلہ بنایا کہ آپ کی آمد پر دَف بجائیگی اور ساتھ ہی قربانی کریں گی اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوا کہ جب منّت (منوتی) عام جگہوں پر پوری کرنا جائز ہے تو درباروں اور مزاروں پر بطریق اولیٰ جائز ہے جبکہ اس میں درباروں کے غرباء، مساکین، مجاوروں کی خدمت مد نظر ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل آگے عرض کی جائے گی۔

غزوۂ تبوک سے رہ جانے والوں کا حال) قرآن شریف میں ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (پارہ۱۱، سورہ التوبۃ، آیت ۱۰۳)

ترجمہ: اے محبوب (ﷺ)! ان کے مال میں سے زکوٰۃ، تحصیل (وصول) کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرو، بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اور فرمایا: وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پارہ۱۱، سورہ التوبۃ، آیت ۹۹)

---

[9] (سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب مایؤمر بہ من الوفاء بالنذر، 238/3، الحدیث3312، المکتبۃ العصریۃ)

[10] (المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، کتاب الصاد، باب الصاد مع النون وما یثلثھما، ص ن م، 349/1، المکتبۃ العلمیۃ -بیروت)

ترجمہ: اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اُسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں ہاں! ہاں! وہ ان کے لئے باعثِ قُرب (قُربت کا ذریعہ) ہے اللہ جلد اُنہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فائدہ) آیت کا خلاصہ یہی ہے کہ اہلِ ایمان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور (دربار میں) صدقہ، خیرات لاتے تو ان کے اس سے دو مقصد ہوتے۔ قُربتِ الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حصولِ دعا، جو بارگاہِ حق (تعالیٰ) میں قُبولیّت کا اَعلیٰ وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ یہی ہمارا مقصد ہے کہ منّت منوتی (نذر ماننا) ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے لیکن اس کی قُبولیت کا ذریعہ و وسیلہ اَولیاء کرام ہیں۔ اسے اگر کوئی شرک سمجھتا ہے تو اس کی بدبختی ہے ورنہ یہ طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سراہا ہے بلکہ خود اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ اسے قبول فرما کر ان کے لئے دعا کیجئے کیونکہ آپ (ﷺ) کا یہی طریقہ ان کے لئے قُربتِ حق (تعالیٰ) اور سکونِ قلب کا مُوجِب (سبب) ہے اور پھر اپنی طرف انہیں جنّت کا وعدہ فرمایا۔

الحمدللہ! اہلِ سنت کا یہ طریقہ کار، عینِ اسلام اور دُخولِ جنّت کا بہترین ذریعہ ہے۔

طریقۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) جب صحابہ کرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہَدیات (تحفے) و صدقات لاتے تو یہ نہ فرماتے کہ یہ شرک ہے بلکہ آپ (ﷺ) ان کے لئے دعا فرماتے۔

شانِ نزول) اِس آیت کے تحت حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''جمہور مفسّرین کا قول ہے کہ یہ آیت مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو غزوۂ تبوک میں حاضر نہ ہوئے تھے، اس کے بعد نادِم (پشیمان) ہوئے اور توبہ کی اور کہا: افسوس ہم گمراہوں کے ساتھ یا عورتوں کے ساتھ رہ گئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ ﷺ کے اصحاب جہاد میں ہیں۔ جب حضور ﷺ اپنے سفر سے واپس ہوئے اور قریبِ مدینہ پہنچے تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم اپنے آپ کو مسجد کے سُتونوں سے باندھ دیں گے اور ہرگز نہ کھولیں گے یہاں تک کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کھولیں۔ یہ قسمیں کھا کر وہ مسجد کے سُتونوں سے بندھ گئے جب حضور ﷺ تشریف لائے اور انہیں ملاحظہ کیا تو فرمایا: یہ کون ہیں؟ عرض کیا گیا: یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد میں حاضر ہونے سے رہ گئے تھے۔ انہوں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ یہ اپنے آپ کو نہ کھولیں گے جب تک حضور ﷺ ان سے راضی ہو کر انہیں خود نہ کھولیں۔ حضور نے فرمایا: اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں انہیں نہ کھولوں گا، نہ ان کا عذر قبول کروں گا جب تک کہ مجھے اللہ کی طرف سے ان کے کھولنے کا حکم دیا جائے۔ تب یہ آیت نازِل ہوئی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کھولا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ مال ہمارے رہ جانے کے باعِث ہوئے انہیں لیجئے اور صدقہ کیجئے اور ہمیں پاک کر دیجئے اور ہمارے لئے دعائے مغفرت فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہارے مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس پر اگلی آیت نازل ہوئی ''خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ''۔''[11] (تفسیر خزائن العرفان)

اِنتِباہ) اس آیت میں ایک وجہ یہی ہے جو ہم کہتے ہیں کہ صحابہ نے مال تو خرچ کیا اللہ تعالیٰ کے لئے لیکن بطورِ نذرانہ بارگاہِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے لینے کا حکم فرمایا اور ساتھ ان کے لئے دعا کا بھی فرمایا۔ یہی ہمارا مقصد ہوتا ہے کہ نذر کو مانتے ہیں

---

[11] (تفسیر خزائن العرفان مع کنزالایمان، التوبۃ:102، ف235، ص381، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اللہ تعالیٰ کے لئے، صرف اولیاء اللہ کو محبوبانِ خدا سمجھ کر ان کا وسیلہ قبولیت کے لئے ہوتا ہے۔ یہی وجہ خود اللہ تعالیٰ نے اس سے قبل ایک آیت میں بھی بتائی۔

فتاویٰ واقوالِ فُقہاء کرام) تحریک وہابیّت کے عین شباب(جوانی) کے دوران امام شامی قدّس سرّہ موجود تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے بانی کو خارجی لکھااور اس کے رد پر مسئلہ منّت ملاحظہ ہو:

بِأَنْ تَكُونَ صِيغَةُ النَّذْرِ لِلّٰهِ تَعَالَى لِلتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ وَيَكُونَ ذِكْرُ الشَّيْخِ مُرَادًا بِهِ فُقَرَاؤُهُ[12]

ترجمہ: صیغہ نذر کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہو اور شیخ کے مزار پر رہنے والے فُقراء ہوں تو یہ جائز ہے۔ یہ منّت منوتی(نذر ماننا) دراصل اللہ تعالیٰ کے لئے ہوئی لیکن اس کا مَصرف(استعمال) روحِ شیخ کے وسیلہ سے فُقراء ہوئے۔

اس میں کیا حرج ہے، اس کی نظیر بی بی مریم کی والدہ کی منّت کی تفصیل، فقیر عرض کر چکا ہے۔

اس کی بھی فُقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ جس منّت منوتی میں تَقرُّبِ شیخ مراد ہو، وہ منّت منوتی حرام اور شرک ہے چنانچہ یہی امام شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: وَاعْلَمْ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَّامِ وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ

وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلَى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ[13]

ترجمہ: جان لو کہ عوام مُردوں کی مَنّتیں مانتے ہیں اور ان سے جو پیسہ یا موم یا تیل وغیرہ قبروں پر جلانے کے لئے لیا جاتا ہے اور اولیاء سے قُرب حاصل کرنے کے لئے وہ بالاجماع باطل ہے۔

فائدہ) یہی ہم نے کہا اور کہتے ہیں کہ منّت منوتی(نذر ماننا) خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہو، اگر غیر اللہ کا تَقرُّب مراد ہو تو حرام ہے اور فعل(یعنی منت ماننا) شرک ہے، لیکن الحمدللہ! آج ایسے لوگ ہیں نہیں، ہمارے عوام اہلِ سنّت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے منّت منوتی(نذر ماننا) مانتے ہیں، اولیاء کی طرف وسیلہ سمجھتے ہیں۔

وبائے وہابیّت) حقیقت یہ ہے کہ جو عَقائد و مَسائل و مَعمولات، قرنِ اوّل(اول زمانہ) سے مُتّفَق علیہ(بلا اختلاف) چلے آرہے تھے، وہابیّت کی وَباء کی زَد میں آگئے۔ بالخصوص جن معمولات وعقائد و مسائل کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام و اولیاء کرام سے تعلق تھا، وہ تو شرک وبدعت کے فتوے کے بغیر اسے نہ چھوڑا گیا جیسا کہ دورِ حاضرہ میں ایسے مُختَلَف فیہ(اختلافی) مَسائل کا جھگڑا، اِسی تحریکِ وہابیّت کی یادگار ہے۔ وہابیوں کی اصل ترجمانی غیر مقلّدین کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ دیوبندی گروہ(جماعت) اِبنُ الوقت ہے کہ مَصْلِحت کے پیشِ نظر کبھی اِدھر، کبھی اُدھر جیسا کہ ان کے فتاویٰ اور تَصانیف سے ظاہر ہے۔ البتہ صدیٔ رواں(دورِ حاضرہ) میں غلام خان پیدا ہوا تو اس نے دیوبندیّت، وہابیّت ایک شئے ہونے کا خوب ثُبوت بَہَم پہنچایا(ثبوت پیش کئے ہیں)۔ اسی مسئلۂ نذر کے بارے میں یہی مولوی غلام خان جواہر القرآن، صفحہ:۱۸۴ میں لکھتا ہے کہ اگر غیر اللہ کی نذر دیتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ فلاں پیر، فقیر یا پیغمبر

---

[12] (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مطلب في صوم الست من شوال، 2/439، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

[13] (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مطلب في صوم الست من شوال، 2/439، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

میرے حالات جانتے ہیں اور مافوق الاسباب (ظاہری اسباب سے بالاتر) میرے اُمور میں مُتَصَرِّف (تصرّف کرنے والے) ہیں۔ تو اس کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے اور دینے والا کافر ہے۔[14]

اسی مولوی غلام خان نے اسی جواہر القرآن صفحہ ۱۴۹ پر لکھا: آج کل کے مُشرک، مرے ہوئے بزرگوں کی قبروں پر جانور چھوڑتے ہیں۔

حالانکہ وہابیّت کی تحریک سے پہلے تمام علماء متّفِق تھے (کہ) منّت منوتی (نذر ماننا) جائز ہے۔ شرعی و عُرفی خود بخود ظاہر تھا۔ چنانچہ چند حوالے ملاحظہ ہوں:

تفسیرِ احمدی کی عبارت پہلے عرض کرچکا ہوں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں یہ جو اولیاء کرام کے لئے گائیں وغیرہ منّت منوتی کے لئے ذبح کی جاتی ہیں ان کا کھانا حلال ہے۔ صاحبِ تفسیرِ احمدی ملا جیون (جو بہت بڑے متقی، محقق اور درسی کتب کے علاوہ متعدّد کتب کے مصنّف اور پایہ کے مفسّر تھے۔ عالمگیری بادشاہ مرحوم جیسے نے آپ کو اپنے زمانہ کا مجدد مانا ہے) استاذ ہیں، ان کے زمانہ میں بھی اولیاء کے مزارات کے لئے منّت مانی جاتی ہے بلکہ اس سے قبل صدیوں پہلے کا فتویٰ لیجئے۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

وَعِنْدَ ٱلْمُصَلَّى ٱلْمَرْسُومِ بِصَلَاةِ ٱلْعِيدِ كَانَ قَبْرٌ يُعْرَفُ بِـ"قَبْرِ ٱلنُّذُورِ"، وَيُقَالُ: إِنَّ ٱلْمَدْفُونَ فِيهِ رَجُلٌ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ –رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ– يَتَبَرَّكُ ٱلنَّاسُ بِزِيَارَتِهِ، وَيَقْصِدُهُ ذُو ٱلْحَاجَةِ مِنْهُمْ لِقَضَاءِ حَاجَتِهِ.[15]

ترجمہ: اور عیدہ گاہ کے نزدیک ایک قبر ہے جو قبر نُذور سے پہچانی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس میں حضرت علی کی اولاد سے ایک آدمی مدفون ہے۔ لوگ اس کی زیارت کرکے تبرُّک حاصل کرتے ہیں اور حاجت والے ان کے درپے ہوتے ہیں۔ اپنی حاجت کو پورا کرنے کے لئے۔ آگے فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا ٱشْتُهِرَ بِـ"قَبْرِ ٱلنُّذُورِ" لِأَنَّهُ مَا يَكَادُ أَحَدٌ يَنْذُرُ لَهُ نَذْرًا إِلَّا صَحَّ وَبَلَغَ ٱلنَّاذِرُ مَا يُرِيدُ، وَلَزِمَهُ ٱلْوَفَاءُ بِٱلنُّذُورِ. وَأَنَا أَحَدُ مَنْ نَذَرَ لَهُ مِرَارًا –لَا أُحْصِيهَا كَثْرَةً– نُذُورًا عَلَىٰ أُمُورٍ مُتَعَذِّرَةٍ، فَبَلَغْتُهَا، وَلَزِمَنِيَ ٱلنَّذْرُ، فَوَفَّيْتُ بِهِ.[16]

ترجمہ: اور سوا اس کے نہیں، قبر نذور سے مشہور ہے۔ اس واسطے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اس کے واسطے نذر مانی گئی ہو، جو صحیح نہ ہوئی اور نذر ماننے والا اپنی مراد کو نہ پہنچا ہو اس کو نذر پوری ہی کرنی پڑتی ہے اور میں نے بھی اس کے واسطے کئی دفعہ بے شمار نذریں مانیں۔ کئی مشکل کاموں پر تو میں بھی مراد کو پہنچا اور مجھے نذر دینی ہی پڑتی تو میں نے نذر کو پورا کیا۔

ثابت ہوا کہ متقدّمین بھی انبیاء و اولیاء کے واسطے نذریں مانتے تھے اور مقصد پورا ہونے پر ادا بھی کرتے۔

نذرِ عُرفی یعنی منّت) ایک شخص بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں نے قسم کھائی تھی کہ میں باب الجنۃ اور حورعین کو بوسہ دوں گا۔ فَأَمَرَهُ أَنْ يُقَبِّلَ رِجْلَ ٱلْأُمِّ وَجَبْهَةَ ٱلْأَبِ.

ترجمہ: تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ماں کے قدم اور باپ کا ماتھا چومے۔

---

[14] (تفسیر جواہر القرآن از مولوی غلام اللہ خان، البقرۃ:173، حاشیہ 314، 1/84، کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ، راولپنڈی)

[15] (تاریخ بغداد، مقدمة المصنف، باب ما ذكر في مقابر بغداد المخصوصة بالعلماء والزهاد، 1/135، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، الطبعة الأولى: 1417ھ 1997م)

[16] (تاریخ بغداد، مقدمة المصنف، باب ما ذكر في مقابر بغداد المخصوصة بالعلماء والزهاد، 1/136، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، الطبعة الأولى: 1417ھ 1997م)

قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ أَبَوَايَ حَيَّيْنِ؟ قَالَ: قَبِّلْ قَبْرَهُمَا. قَالَ: فَإِنْ لَمْ أَعْرِفْ قَبْرَهُمَا؟ قَالَ: اُخْطُطْ خَطَّيْنِ، وَانْوِ أَنَّ أَحَدَهُمَا قَبْرُ الْأُمِّ، وَالْآخَرَ قَبْرُ الْأَبِ، فَقَبِّلْهُمَا، فَلَا تَحْنَثْ فِي يَمِينِكَ. [17]

ترجمہ: اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر میرے والدین نہ ہوں؟ (فوت ہوگئے ہوں) آپ ﷺ نے کہا کہ ان کی قبروں کو چوم۔ عرض کی میں ان کی قبریں نہیں جانتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دولکیریں کھینچ کر ایک سے ماں کی قبر کی نیت کر اور دوسری سے باپ کی قبر کی نیت کر (اورانہیں چوم لے) اور اپنی قسم میں حانث (قسم توڑنے والا) نہ ہو۔

انتباہ) اس روایت کو سن کر دیوبندیوں، وہابیوں کے بڑے بڑے ستون لرزہ براندام ہو کر (کانپتے ہوئے) حسبِ عادت کہہ اُٹھتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں (کشف الارتیاب، شیعہ مصنف کی کتاب کے حوالے کے علاوہ) فقیر ان کتابوں کا نام لکھتا ہے جس میں یہ حدیث شریف کسی میں سند کے ساتھ کسی میں صرف مضمون ہے۔

(۱) کفایۃ الشعبی (۲) انوارالرحمن (۳) مغفرۃ الغفور فی زیارۃ القبور (۴) نورالرحمن معبد الحکیم الکھنوی مولانا عبدالحیٔ لکھنوی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۶ عربی وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ) یہ روایت محدّثین فقہاء نے تقبیل القبور (قبروں کو بوسہ دینے) کے باب میں، اثباتی پہلو (یعنی جواز) میں لکھی ہے۔ اس پر مزید تبصرہ و تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ "بوسہ قبر" کا مطالعہ فرمایئے۔

علمائے بریلوی اسلاف کے نقشِ قدم پر) امامِ اہلِ سنّت، مجددِ دین وملّت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں: امامِ اجل سیّدی ابوالحسن نورالملۃ والدین علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی اپنی کتاب بہجۃ الاسرار شریف میں محدّثانہ اسانیدِ صحیحہ معتبرہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نذریں قبول فرماتے ہیں اوران میں سے بذات اقدس بھی تناول فرماتے اگر یہ نذر فقہی ہوتی تو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اجلہ ساداتِ عظام سے ہیں اس سے تناول فرمانا کیونکر ممکن تھا۔ [18]

صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "اولیائے کرام اپنی قبروں میں حیاتِ اَبدی کے ساتھ زندہ ہیں، اِن کے علم وِادراک وسَمع (سننے کی قوت) وبَصر (دیکھنے کی قوت) پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ قوی (مضبوط) ہیں۔"[19] "اِنہیں ایصالِ ثواب کرنا، نہایت مُوجبِ (باعث) برکات وامرِ مستحب ہے، اِسے عُرفاً براہِ ادب (ادب کے طور پر) نذر و نیاز کہتے ہیں، یہ نذرِ شرعی نہیں جیسے بادشاہ کو نذر دینا۔ اِن میں خصوصاً گیارھویں شریف کی فاتحہ، نہایت عظیم برکت کی چیز ہے۔"[20] (بہارِ شریعت، حصہ اول، صفحہ ۲۷۲،۲۷۵)

---

[17] (کشف الارتیاب فی اتباع محمد بن عبدالوہاب. الفصل الرابع عشر فی تعظیم القبور و اصحابها والتبرک بها. ص350. مؤسسة دار الکتاب الاسلامی)

[18] (فتاوی رضویہ، کتاب الطلاق، ایمان، حدود، 13/597 تا 601، رضافاؤنڈیشن لاہور)

[19] (بہارِ شریعت، ولایت کا بیان، مسئلہ 9، 1/275، مکتبۃ المدینہ کراچی)

[20] (بہارِ شریعت، ولایت کا بیان، مسئلہ 10، 1/276، مکتبۃ المدینہ کراچی)

شیر بیشہ اہلِ سنّت مولانا حشمت علی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے شاگردِ رشید، شیر بیشہ اہلِ سنّت حضرت مولانا حشمت علی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں: غیر خدا کے لئے فقہی نذر (نذرِ شرعی) کی مُمانَعت ہے، اولیائے کرام کے لئے اُن کی حیاتِ ظاہری، خواہ باطنی میں جو نذریں کی جاتی ہیں، یہ نذرِ فقہی نہیں۔ عام مُحاوَرہ ہے کہ اکابِر (بزرگوں) کے حضور جو ہدیہ پیش کریں اسے نذر کہتے ہیں بادشاہ نے دربار کیا، اسے نذریں گزریں۔

مولانا جلال الدین احمد امجدی مفتی دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف بھارت بہجۃ الاسرار شریف کی مذکورہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "دیکھئے! اگر یہ نذر فقہی ہوتی تو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ساداتِ کرام میں سے ہیں، اس میں ہرگز تَناوُل نہ فرماتے کہ سیّدوں کے لئے نذرِ فقہی میں سے کھانا جائز نہیں، اس لئے کہ اسے وہی کھا سکتا ہے جو زکوٰۃ لے سکتا ہے۔"[21]

اور امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب **طبقاتِ الکبریٰ** سے حضرت نفیسہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نذر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی نذر نذرِ فقہی نہیں ہے بلکہ نذرِ عُرفی ہے۔ اسے ساداتِ کرام اور امیر و غریب اور سب لوگ لے سکتے ہیں اور کھا پی سکتے ہیں۔"[22] (آٹھ مسئلوں کا محققانہ فیصلہ، صفحہ ۲۷،۲۸)

مفتی احمد یار خان صاحب تفسیر نعیمی) نذر کے دو معنی ہیں، شرعی اور عُرفی۔ نذرِ شرعی کے معنی ہیں نذرانہ، ہدیہ یا پیش کش۔ نذرِ شرعی خدا کے سوا کسی کو ماننا شرک ہے اور نذرِ عُرفی جائز ہے۔ نذر شرعی کی تین شرطیں ہیں۔ نذر، عبادت کی ہو وہ عبادت خود بخود واجب نہ ہو، وہ عبادت خود واجب کی جنس کی ہو لہٰذا کپڑے پہننے یا سرمہ ڈالنے کی نذر درست نہیں کیونکہ یہ کام عبادت نہیں۔ روزۂ رمضان اور نمازِ ظہر کی نذر درست نہیں کیونکہ یہ چیزیں ویسے ہی واجب ہیں، وضو و غسل کی نذر درست نہیں کیونکہ اس کی جنس خود واجب نہیں بلکہ نماز کے لئے واجب ہے۔ اس نذر کا حکم یہ ہے کہ اس کا ادا کرنا فرض ہو گا اور اگر صدقہ وغیرہ کی نذر ہو تو اُسے وہی کھا سکے گا جو زکوٰۃ لیتا ہو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

وَلۡيُوفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ ۔(پارہ۱۷، سورہ الحج، آیت ۲۹) **ترجمہ**: اور اپنی منّتیں پوری کریں۔

قرآن کریم میں اسی کا تذکرہ ہے، لیکن دوسری قسم کی نذر یعنی نذرانہ وہدیہ یہ اولیاء اللہ کے لئے ہو سکتی ہیں۔ **مشکوٰۃ شریف باب النذر** میں ہے کہ ایک بی بی نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم میں عرض کیا میں نے نذر مانی ہے کہ آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کر لو۔[23]

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض غزوؤں میں تشریف لے گئے جب واپس آئے تو

جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ نَذَرْتُ إِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ سَالِمًا أَنْ أَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَأَتَغَنَّى فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِي وَإِلَّا فَلَا [24]

---

[21] (آٹھ مسئلوں کا محققانہ فیصلہ از جلال الدین امجدی، اولیائے کرام کی نذر، ص28، مکتبہ رضویہ، گجرات، طباعتِ اول: 1399ھ/1979ء)

[22] (آٹھ مسئلوں کا محققانہ فیصلہ از جلال الدین امجدی، اولیائے کرام کی نذر، ص28، مکتبہ رضویہ، گجرات، طباعتِ اول: 1399ھ/1979ء)

[23] (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان والنذور، باب في النذور، الفصل الثاني، 1042/2، الحديث: 6048-[14]، المكتب الإسلامي–بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[24] (سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللّٰه، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه، 580/5، الحدیث: 3690، دار الکتب العلمیة)

ایک سیاہ رنگ کی لڑکی حاضر ہوئی اور اس نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت واپس لائے تو آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گانا گاؤں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نے نذر مانی ہے تو بجا، ورنہ نہیں۔

دیکھو! ان دونوں حدیثوں میں لفظِ نذر موجود ہے لیکن یہاں نذرِ شرعی نہیں یعنی نذرِ عُرفی یعنی ہدیہ و نذرانہ ہے کیونکہ دف بجانا اور گانا عبادت نہیں بلکہ اس میں اپنی عقیدت اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی سلامتی پر فرح و سرور کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔

حضرت مولانا جیون تفسیرِ احمدی میں زیرِ آیت "وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" فرماتے ہیں: پس یہاں سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی نذر اولیاء اللہ کے لئے مانی جاتی ہے وہ حلال وطیّب ہے۔[25] یہاں بھی نذر سے مراد نذرِ عُرفی ہے نہ کہ شرعی۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول میں مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں: "اور جو امواتِ اولیاء کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے۔ درست ہے۔"[26]

غرضیکہ لفظِ نذر کے دو معنی ہیں: شرعی اور عُرفی۔ پہلے معنی سے نذر، خدا کے سوا کسی کے لئے نہیں ہو سکتی اور دوسرے معنی سے ہو سکتی ہے جیسے لفظِ طواف کے دو معنی ہیں شرعی اور عُرفی۔ شرعی معنی عباداتِ مخصوصہ ہے اور عُرفی معنی آنا، جانا اور گھومنا، پھرنا ہے۔ اس نذرِ عُرفی کا حکم یہ ہے کہ نہ وہ واجب ہوتی ہے اور نہ اس کی خیرات میں کوئی پابندی ہے۔ ہر امیر و غریب کھا سکتا ہے۔ ہاں پہلی نذرِ شرعی میں اگر کوئی خاص جماعت مقرّر کر دی جائے تو جائز ہے۔ مثلاً یہ کہہ دے کہ خدایا اگر میرا کام ہو گیا تو میں تیرے نام پر نذر دوں گا اور وہ صدقہ فلاں بزرگ کے مجاوروں کو کھلاؤں گا۔ تو جائز ہے۔[27]

خاتمة الباب) یہ باب فقیر نے نذرِ عُرفی ولُغوی کی تحقیق میں باندھا ہے۔ الحمدللہ اس کی بحث "ما فیھا، وما لھا، وما علیھا" مکمل ہوئی۔ اس کے آخر میں گیارہویں شریف کے متعلق وضاحت وتفصیل ضروری ہے۔ اس لئے کہ نذرِ عُرفی میں زیادہ گیارہویں شریف درج ہے۔

مسئلہ) گیارہویں شریف اور دیگر نیاز وفاتحہ کے کھانے صرف مسلمان ہی کھا سکتا ہے۔ ہر امیر و غریب دینے والا اس کا تبرّک فاتحہ شریف کے بعد ہر مسلمان کھا سکتا ہے۔

مسئلہ) گیارہویں شریف کے چندے اور پیسے صرف حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر اذکار میں خرچ کرنے چاہیے کہ یہ تقریبات صرف اسی مقصد کے لئے منعقد اور شروع کی گئیں تاکہ مسلمانوں کے دل اولیائے کاملین کے ذکر اذکار سے منور ہوں اور ہر شخص کو ولی اللہ بننے کی خواہش پیدا ہو۔ اس چندے سے علمائے اہلِ سنّت اور نعت خواں حضرات کو بلا کر اولیاء اللہ کے ذکر کی محفلیں قائم کی جائیں اور فاتحہ خوانی و ایصالِ ثواب کیا جائے۔

مسئلہ) مرزائی، وہابی، دیوبندی، شیعہ ملنگوں کو کسی قسم کی نیاز یا فاتحہ کی چیزیں نہ دی جائیں۔ افسوس ہے کہ وہابی، دیوبندی اور شیعہ لوگ حضور سرکارِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا بھلا بھی کہتے ہیں اور ان کے نام کی گیارہویں شریف بھی کھا لیتے ہیں اور مزید افسوس تو ہے ان سنیوں کی بے سمجھی پر جو حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی چیزیں آپ کے دشمنوں کو دیتے ہیں۔

---

[25] (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية لملا جيون الحنفي. البقرة: 173. ص55. دار الكتب العلمية, 2010)
(التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية لملا جيون الحنفي. البقرة: 173. ص36. دار القاضي عياض للتراث., 1904)

[26] (فتاویٰ رشیدیہ کامل، کتاب الہبہ، رشوت کا بیان، بادشاہ، نواب، پیر، ولی کو نذر دینا، ص524، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

[27] (فتاویٰ نعیمیہ، ص136 تا 137، ادارہ کتب اسلامیہ چوک پاکستان گجرات)

مسئلہ) نذرِ عُرفی جیسے گیارہویں شریف یا دیگر اولیاء کرام کی نُذور عام خیرات کی طرح ہیں، انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور گیارہویں کی خیرات حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ سعید سے آج تک مسلمانوں میں رائج و معمول ہیں، خود سرکارِ بغداد قدس سرہ اپنی نذریں قبول فرماتے اور اس میں سے کچھ نہ کچھ تناوُل فرماتے تھے۔ اگر گیارہویں یا نُذور اولیاء ناجائز ہوتیں تو محیؒ الدین سلطان سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے اپنے معتقدین و متوسّلین کو سختی سے منع فرمادیتے لہٰذا وہابیہ زمانہ کا نذور اولیاء پر حرمت کا فتویٰ لگانا ان کی سَفَاہَت (بے وقوفی) و جہالَت ہے۔

مسئلہ) نذرِ اَولیاء کو پورا کرنا اگرچہ شرعاً واجب نہیں، از قبیل وعدہ (وعدے کی قسم سے) ہونے کی وجہ سے اسے ادا کرنا اچھا ہے، چونکہ نذرِ اولیاء منّت ماننے سے شرعاً واجب نہیں ہوتی، اس لئے اس کا تبرّک از قبیل صدقاتِ نافلہ ہے۔ لہٰذا اسے ہر امیر و غریب، سیّد و غیر سیّد حتیٰ کہ خود نیاز دینے والا بھی کھاسکتا ہے اسے واجب کہہ کر سائل واَغنیاء پر حرام بتانا سَفَاہَت (بے وقوفی) و جہالَت ہی نہیں (بلکہ) شرع شریف پر اِفترائے عظیم (بہتان) بھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ گیارہویں شریف کی نیاز دلانا یا میلاد شریف کرنے کی منّت ماننا یہ شرعی منّت نہیں فلہذا گیارہویں شریف میں مٹھائی تقسیم کرنا، لوگوں کو بلانا اور تاریخ مقرّر کرنا، یہ سب باتیں جائز ہیں اور چونکہ یہ منّت شرعی نہیں لہٰذا امیر و غریب سب کھاسکتے ہیں۔ (بہارِ شریعت)

یہ نذرِ عُرفی ہے کیونکہ نذرِ شرعی میں ضروری ہے کہ کہے اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا کرتا ہے فلہٰذا یہ نذرِ شرعی نہیں ہے، ایسا کھانا سب کھاسکتے ہیں۔

چنانچہ بہارِ شریعت، حصہ نہم، صفحہ ۳۱۷ میں ہے:

"مسجد میں چراغ جلانے یا طاق بھرنے[28] یا فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارھویں کی نیاز دِلانے یا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ یا شاہ عبد الحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ کرنے یا حضرت جلال بخاری کا کونڈا کرنے یا مُحرّم کی نیاز یا شربت یا سبیل لگانے یا میلاد شریف کرنے کی منّت مانی تو یہ شرعی منّت نہیں مگر یہ کام منع نہیں ہیں۔ کرے تو اچھا ہے۔ ہاں! البتہ اس کا خیال رہے کہ کوئی بات خلافِ شرع اُس کے ساتھ نہ ملائے مثلاً طاق بھرنے میں رت جگا (رات بھر جاگنا) ہوتا ہے جس میں کُنبہ (خاندان) اور رشتہ کی عورتیں اکٹھے ہو کر گاتی بجاتی ہیں یا چادر چڑھانے کے لئے بعض لوگ تاشے باجے کے ساتھ جاتے ہیں یہ ناجائز ہے۔"[29]

نذرِشرعی وعُرفی کا فرق) نذرِ شرعی میں "اللہ تعالیٰ کے لئے" کہنے کی شرط ہے۔ عُرفی میں "من حیث النذر" (منّت کے طور پر) "اللہ تعالیٰ کے لئے" نہیں کہا جاتا۔ شرعی کی مثال یہ ہے کہ کہے "میرا کام ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے گائے ذبح کروں گا"۔ کام ہونے پر گائے ذبح کرنا واجب ہے۔ عُرفی میں یوں ہے کہ کہے بیماری سے صحت ہوجائے تو وہ گیارہویں شریف دے گا یا میلاد شریف کرے گا۔ تو گیارہویں شریف یا میلاد شریف کرنا واجب تو نہیں لیکن تبرّکاً کرنا چاہیے کیونکہ یہ نذرِ عُرفی ہے، شرعی نہیں۔

---

28) طاق" سے یہاں مراد شادی سے پہلے لڑکی کے گھر میں ایک خاص رسم ہے۔ جس میں لوگ دلہن کے کمرے یا گھر میں ایک جگہ (طاق) کو خوبصورتی سے سجاتے ہیں، وہاں قرآن مجید، خوشبو، آئینہ، پھول وغیرہ رکھتے ہیں، اور دلہن کے لیے نیک دعائیں کرتے ہیں۔ بعض علاقوں میں اسے "طاق بھرائی" یا "طاق بھرنے" کی رسم کہتے ہیں۔

29) (بہارِ شریعت، مسائل فقہیہ، مسئلہ 18، 9/317، مکتبۃ المدینہ کراچی)

فتاویٰ قاضی خان، جلد دوم میں ہے کہ کسی نے کہا کہ اگر میں اس بیماری سے صحت یاب ہو گیا تو بکری ذبح کروں گا تو اس سے کچھ لازم نہیں اور اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر بکری ذبح کرنا ہے۔ تو واجب ہے، کیونکہ یہ نذر شرعی ہے۔

نذر کی تعریف کرتے ہوئے ردالمحتار میں ہے:

قَالَ فِي الْفَتْحِ مِمَّا هُوَ طَاعَةٌ مَقْصُودَةٌ لِنَفْسِهَا، وَمِنْ جِنْسِهَا وَاجِبٌ إلَخْ

وَفِي الْبَدَائِعِ: وَمِنْ شُرُوطِهِ أَنْ يَكُونَ قُرْبَةً مَقْصُودَةً فَلَا يَصِحُّ النَّذْرُ بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَتَشْيِيعِ الْجِنَازَةِ، وَالْوُضُوءِ، وَالِاغْتِسَالِ، وَدُخُولِ الْمَسْجِدِ، وَمَسِّ الْمُصْحَفِ، وَالْأَذَانِ، وَبِنَاءِ الرِّبَاطَاتِ وَالْمَسَاجِدِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، وَإِنْ كَانَتْ قُرَبًا إلَّا أَنَّهَا غَيْرُ مَقْصُودَةٍ اهـ[30]

یعنی نذر عباداتِ مقصودہ کی ہوتی ہے، نہ کہ غیر مقصودہ کی بلکہ علامہ شامی نے فتح القدیر کی لگائی ہوئی شرط ''وَمِنْ جِنْسِهَا وَاجِبٌ'' کی بھی تردید کرتے ہوئے مذکورہ عبارت کے بعد فرمایا: ''فَهَذَا صَرِيحٌ فِي أَنَّ الشَّرْطَ كَوْنُ الْمَنْذُورِ نَفْسِهِ عِبَادَةً مَقْصُودَةً لَا مَا كَانَ مِنْ جِنْسِهِ'' اگر ''مِنْ جِنْسِهَا'' بھی ہو تو گیارہویں شریف کسی بھی قبیل سے نہیں ہے زیادہ سے زیادہ درجہ اباحت و استحباب ہے۔ ایک آدمی اگر نذر مان لے کہ اللہ تعالیٰ کے تسبیح و تہلیل و تکبیر پڑھوں گا، یہ نذر واجب نہ ہو گی کیونکہ تسبیح و تہلیل و تکبیر عبادت مقصودہ نہیں ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الایمان، جلد ۱۴، صفحہ ۹۴)

خلاصہ یہ کہ مسئلۂ مذکورہ میں نہ تو الفاظِ نذر ہیں اور نہ ہی نذرِ شرعی، بلکہ محض تبرّعاً (نفلاً) ایسا کیا، اس لئے ایسی نیاز کے خود کھالینے یا کسی امیر کو کھلا دینے میں حرج نہیں۔

بابِ دوم

نذرِ شرعی) منکرینِ اسلام اور مخالفینِ اہلِ سنّت کی عادت ہے کہ عوام کو دھوکہ دینے کی بناء پر غلط بحث کرتے ہیں۔ عوامی و عُرفی الفاظ کو شرعی معنی میں دِکھا کر گمراہ کر ڈالتے ہیں۔ اس کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ ان میں ایک یہی نذر (منّت) بھی ہے۔ عُرفِ عام میں نذر، ہدیہ، تحفہ، نذرانہ کے معنی میں مشہور ہے۔ اسے فقیر نے بابِ اوّل میں تفصیل کے ساتھ عرض کیا۔ دوسرا نذر کا معنی شرعی ہے، اس کی بحث اِس باب میں عرض کروں گا اور یہ نذرِ شرعی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، غیر کے لئے ماننا شرک ہے لیکن یہ نذر غیر اللہ کے لئے کوئی مانتا بھی نہیں۔ صرف دھوکہ کے طور پر بات اُڑائی گئی ہے۔

نذر کے شرعی معنی کے حوالے) نذر کے اصطلاحی معنی کے بارے میں علماء کرام نے فرمایا:

نَذْرًا إِذَا أَوْجَبْتُ عَلَى نَفْسِي شَيْئًا تَبَرُّعًا مِنْ عِبَادَةٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ. وَقَدْ تَكَرَّرَ فِي أَحَادِيثِهِ ذِكْرُ النَّهْيِ عَنْهُ وَهُوَ تَأْكِيدٌ لِأَمْرِهِ وَتَحْذِيرٌ عَنِ التَّهَاوُنِ بِهِ بَعْدَ إِيجَابِهِ[31]

---

[30] (ردالمحتار، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، 735/3، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966م)

[31] (النهاية في غريب الأثر، باب النون مع الذال، 39/5، المكتبة العلمية بيروت، 1399هـ 1979م)

(أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن، تابع سورة الحج: 28، 248/5، دار الفكر للطباعة و النشر و التوزيع بيروت – لبنان، عام النشر: 1415 هـ 1995م)

ترجمہ: نذر مان کر جب لازم کی جاتی ہے اپنے اوپر بطورِ شکرانہ عبادات میں سے یا صدقات میں سے یا اس کے علاوہ سے اور اَحادیث میں اس کے منع ہونے کا ذکر ہے اور وہ تاکید ہے، اس کے حکم پر اور روکتا ہے، اس کے پھرنے پر اپنے اوپر واجب کر لینے کے بعد۔

قاموس میں ہے: وَنُذُورًا: أَوْجَبَهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ [32] یعنی اپنے اوپر واجب کیا۔

المنجد، صفحہ ۸۶۸ میں ہے:

''نَذَرَ، نَذِراً و نُذُوراً'' یہ مَصادِر ہیں، اپنے اوپر اس شئے کا واجب کرنا جو واجب نہیں ہے۔ [33]

مفردات راغب میں ہے: النَّذْرُ: أَنْ تَجْعَلَ عَلَىٰ نَفْسِكَ مَا لَيْسَ بِوَاجِبٍ لِحُدُوثِ أَمْرٍ. [34]

ترجمہ: نذر تو واجب کرنا ہے آپ کا اپنے اوپر اس کو (جو) واجب نہیں ہے امر کے پیدا ہونے کے سبب۔

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ نذر اسے کہا جاتا ہے کہ اپنے نفس پر کسی چیز کو واجب کر لینا جو پہلے واجب نہیں۔ کسی مشکل کام کے وقت خواہ عبادت ہو یا صدقہ یا کچھ اور۔

اور نذرِ عُرفی میں یہ بات نہیں کہ جو (نذر) مانے وہ اس پر واجب ہو بلکہ تبرُّعاً (رضا مندی سے) اسے ادا کرنا چاہیے۔ مثلاً کسی بزرگ یا استاد سے کہہ دے کہ فلاں شے آپ کو نذرانہ دوں گا، نہیں دیا تو خلافِ وعدہ ہو گا لیکن اس پر واجب نہیں۔

نذرِ شرعی کی ادائیگی کا حکم، قرآنِ مجید میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ (پارہ ۱۷، سورہ الحج، آیت ۲۹) **ترجمہ:** اور اپنی مَنّتیں پوری کریں۔

قاعدہ) آیت میں صیغہ (لفظ) امر ہے اور امر وُجوب کے لئے ہوتا ہے۔ اِسی لئے اِسی آیت سے فُقَہاء کرام نے نذر کی ادائیگی کے وُجوب کو ثابت کیا ہے اور نذرِ عُرفی کی ادائیگی واجب نہیں۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شرعی نذر اور ہے اور عُرفی نذر اور۔ جہاں فُقَہاء کی عبارات یا اَحادیثِ مبارکہ میں غیر اللہ کی نذر سے منع کیا گیا ہے، اس سے نذرِ شرعی مراد ہے۔ اور نہ ہی اس طرح کی نذر کوئی مسلمان مانتا ہے، یہ عوامِ اہلِ اسلام پر بُہتان ہے، ہاں نذر تو اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے ہیں پھر اس کا ثواب اولیاء اللہ کی نذر (عُرفی) یعنی ہدیہ، تحفہ پیش کرتے ہیں اور یہ شرع شریف میں جائز ہے کہ منّت (نذر) اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اس کا ثواب اس کے بندے کو پہونچے جیسا کہ مخالفین کے قُطب، مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاوی رشیدیہ کا حوالہ گزرا اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ تُوصِ وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ أَفَلَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ [35]

---

[32] (القاموس الفقهي لغة واصطلاحا، حرف النون، ص349، دار الفكر. دمشق – سورية، الطبعة: الثانية 1408 هـ = 1988 م)

[33] (المنجد، نذر، ص883، مکتبہ قدوسیہ، اُردو بازار، لاہور، 2009ء)

[34] (المفردات في غريب القرآن، كتاب النون، نذر، ص707، دار القلم، الدار الشامية دمشق بيروت، الطبعة: الأولى 1412 هـ)

[35] (صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت اليه، 697/2، الحديث1672، دار إحياء الكتب العربية)

ترجمہ: حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہیں، جس کی وجہ سے وصیّت نہیں کر سکیں۔ میرا گمان ہے کہ اگر وہ بولتیں تو صدقہ کرتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں!

اس طرح کی اور مثالیں بابِ اول میں گزری ہیں کہ نذر بانیّتِ خیرات، برائے خدا اور اس کا ثواب برائے بندگانِ خدا۔

سوال) بحر الرائق میں اَولیاء کے مزارات کی منّت سے منع فرمایا ہے۔

جواب) بحر الرائق کا منع کرنے کی خاص وجہ ہے، جس کو علامہ خیر الدین رملی نے ظاہر فرمادیا ہے۔ فتاویٰ خیریہ، جلد اول، صفحہ ۸ میں ہے کہ اس زمانہ میں مُجاوِرین (خادمین)، مالدار ناذِر سے (منّت والے سے) زبردستی نذر کا مطالبہ کرتے بلکہ کئی دفعہ پولیس کو بُلا کر سزا دلوائی گئی کہ اس ناذِر نے ہمارے شیخ کی فلاں نذر مانی تھی، اب اس کا کام پورا ہو چکا ہے، اب یہ ہمیں نذر ادا کرتا نہیں یا قاضی کے پاس مقدّمہ نذر لے جاتے۔ کچھ حصہ نذر کا خود کھاتے باقی حُکّام کو کھلایا جاتا "فقط ھذا منہ منقول" اب یہ نذر خدا واسطے نہ رہی بلکہ لاٹھی کے زور سے چارج کی گئی، ناذِر (منّت والے) کا لحاظ بھی نہ کیا گیا اور غرباء، مساکین کا حق بھی ضائع ہو گیا اور نااہل کھا گیا۔ اسی وجہ سے ناذِرین کی اس مصیبت کو توڑنے کے لئے شیخ زین الدین نے بحر الرائق میں منع فرمایا ہے، جو اُن کی عبارت سے بھی ظاہر ہو رہا ہے، ورنہ اگر یہ سختی نہ ہوتی تو نذر کو پوری کرنا اور مُجاوِروں (خادموں) کو دینا منع نہ تھا اور نہ ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

اپنا قُصور) مُخالفین کے اِعتراضات اگرچہ غلط ہیں، لیکن اِس میں قُصور ہمارا بھی ہے کہ بعض مَزارات کے مُجاوِر (خادم) اور مُتَوَلّی (سرپرست) منّت والوں کا چمڑا ادھیڑنے میں ایسے ظالم ہیں کہ بکری قصّاب (کسائی) سے اتنا نہیں ڈرتی جتنا منّت والوں کو مُجاوِروں (خادموں) اور مُتولّیوں (سرپرستوں) سے خوف ہوتا ہے۔ اسی شامَت سے تو اَوقاف کا قبضہ ہوا لیکن اَفسوس کہ پہلے مُجاوِروں (خادموں) اور مُتولّیوں (سرپرستوں) سے اتنا خوف وخطرہ نہ تھا اب جبکہ اَوقاف کے اکثر کارکنوں کا حال زَبوں تر (خستہ تر) ہے۔ (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

اَولیاء کی منّت کا طریقہ) عوامِ اہلِ اسلام بھی یوں منّت (نذر) مانتے ہیں "یااللہ! ہمارا کام ہو جائے تو بکرا یا دیگ یا خیرات، داتا دربار میں پیش کروں گا۔" جب کام ہو جاتا ہے تو خیرات وغیرہ سے پیشتر کچھ کلام پڑھتا ہے اور کہتا ہے یہ نذر فلاں بزرگ کے لئے مانی گئی تھی اس کا ثواب اُسی کی روح کو بخشا جائے اور دعا میں کہتا ہے: یااللہ! اس کلام اور طعام کا ثواب تیری رضا اور تقرّب کے لئے تیرے حکم سے "وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ" (پارہ ۱۷، سورہ الحج، آیت ۲۹) "**یعنی** اوراپنی منّتیں پوری کریں" مثلاً میں نے فلاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا فلاں ولی کی روح کو بخشا اور یااللہ! یہ ثواب تو اس کی روح کو پہنچا دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ناذِر (نذر ماننے والے) کی نیّت بوقتِ نذر ماننے کے بھی اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے چنانچہ اس بزرگ مَنذور لَہٗ (جس کے لئے نذر مانی گئی) کی دعا سے جب ناذِر کی مشکل حل ہو جاتی ہے تو خدا اس پر راضی ہو جاتا ہے کیونکہ گنہگار پر اللہ کے بندے کی نگاہِ کرم اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہوتی ہے اور یہی مقصود ہے۔

انتباہ) اسی طریقہ کو مخالفین "لغیر اللّٰہ" (نذر غیر اللہ کے لئے) کا فتویٰ لگا کر حرام ثابت کرتے ہیں اور نسائی شریف کی حدیث:

عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ النَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَا كَانَ مِنْ نَذْرٍ فِي طَاعَةِ اللَّهِ فَذَلِكَ لِلَّهِ وَفِيهِ الْوَفَاءُ وَمَا كَانَ مِنْ نَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ فَذَلِكَ لِلشَّيْطَانِ وَلَا وَفَاءَ فِيهِ وَيُكَفِّرُهُ مَا يُكَفِّرُ الْيَمِينَ [36]

ترجمہ: حضرت عمران بن حُصین سے مروی ہے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نذر کی دو قسمیں ہیں، جو نذر اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ہو وہ اللہ کے واسطے ہے اور اسے پورا کرنے کا حکم ہے اور جو نذر ایسی ہو جس میں گناہ ہو وہ نذر شیطان کے لئے ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری نہیں اور نذر کا بھی اِس طرح کفّارہ دیا جاتا ہے جیسا کہ قسم کا کفّارہ۔

سوال) کہتے ہیں کہ قرآن کے بعد دوسرا درجہ حدیث شریف کا ہے۔ اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر کی دو قسموں کا بیان فرمایا ''فِي طَاعَةِ اللَّهِ وَفِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ'' پہلی قسم کو للہ (اللہ کے لئے) ہونے کا فتویٰ دیا اور اس نذر کو پورا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ دوسری قسم کو للشیطان (شیطان کے لئے) فرمایا اور اس نذر کے بجائے کفارہ کا حکم دیا۔

جواب) اَنبیاءِ عِظام واَولیاء کرام کی اَرواح کو نذروں کا ثواب پہنچا کر نذر پوری کرنا، یہ محض للہ (اللہ کے لئے) ہے کیونکہ کسی کے حق کو نہ پورا کرنے کی سزا اللہ ہی نے قیامت کو دینی ہے، اسے معصیت کی قسم میں داخل کرنا، خود کو جہنّم میں داخل کرنا ہے کیونکہ یہ نذر بھی انبیاء علیہم السلام کو انبیاء ہونے کی حیثیت میں اور اولیاء کرام کو اولیاء ہونے کی حیثیت میں جائز ہے کیونکہ ان کی نسبت بھی اللہ کی طرف ہے، اسی لئے جیسا کہ اللہ واسطے والی چیز کو غُرباء اور مَساکین میں تقسیم کیا جاتا ہے، اسی طرح اَولیاءاللہ اور اَنبیاءاللہ کے اَرواح کو نذر کا ثواب پہنچا کر غُرباء اور مَساکین میں للہ (اللہ کے لئے) تقسیم کیا جاتا ہے۔

فائدہ) اس سے ثابت ہوا کہ نذر شرعی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور نذرِ عُرفی انبیاء واولیاء کے لئے ان دونوں کی نظیر حدیث شریف میں ہے کہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ تُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْضِ عَنْهَا [37]

ترجمہ: حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس نذر کے بارے میں فتویٰ پوچھا جو اُن کی ماں کے ذمہ تھی اور وہ پورا کرنے سے پہلے انتقال کر گئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی طرف سے نذر پوری کرو۔

جب اہلِ قُبور کی مانی ہوئی نذر اُس کی طرف سے تقسیم کی جائے تو اُس کے ذمہ سے نذر پوری ہو جاتی ہے تو کیا اُس کی طرف سے تقسیم کیا جائے تو اُس کا ثواب اُس کو نہی پہونچ سکتا۔

اِس روایت میں شرعی نذر اللہ کے لئے ہے اور اس کا ثواب غیر اللہ کے لئے ثابت ہوا، اسی ثواب پہونچنے کو ہم نذر کہتے ہیں جو ایک عُرف ہے۔

عُرف کے دلائل) مُخالفین بَوجہِ ضد (ضد کی وجہ سے) یا جَہالت، عُرف کے معنیٰ کا انکار کریں تو اس کا کوئی علاج نہیں، ورنہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس کا انکار سورج کے وُجود کے انکار جیسا ہے اور وہ صرف چِگادڑ ہے۔ امام شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس موضوع پر ایک رسالہ عربی مَطبوعہ عام ملتا ہے اور اُصولِ فقہ کی تمام کتابوں میں اِس کی بحث موجود ہے۔ اصولِ اسلام میں یہاں تک لکھا ہے کہ عُرف کا اتنا غلبہ ہے (کہ) نُصوص کے لُغوی معنیٰ پر بھی اُسے

---

[36] (سنن النسائي، كتاب الايمان والنذور، باب كفارة النذر، 29/7، الحديث 3845، مكتب المطبوعات الإسلامية، سنة النشر: 1414ھ/1994م)

[37] (سنن الترمذي، كتاب النذور والايمان عن رسول الله، باب ماجاء في قضاء النذر عن الميت، 100/4، الحديث: 1546، دار الكتب العلمية)

فوقیت(برتری) ہے اس قاعدہ پر اہلِ سنّت کی نذرِ عُرفی، صحابہ کرام بلکہ ان سے قبل تمام اُمَم(امّتوں) کے اہلِ ایمان سے لے کر تاحال مُروّج(رائج) ہے۔ کسی نے بھی اس نذرِ عُرفی کو ''النذر لغیر اللّٰہ''(نذر غیر اللہ کے لئے) حرام میں داخل نہیں کیا، چونکہ وہابیوں، دیوبندیوں کو صرف اور صرف انبیاء واولیاء سے ضد اور بغض ہے، اِسی لئے خلطِ بحث(یعنی مختلف بحث کو ملانے) کا مُظاہرہ کرتے ہوئے عُرفی نذر کو شرعی نذر میں داخل کرکے حرام اور شرک کا فتویٰ جڑ دیا اور ''مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' آیت اور اَحادیث ''النذر لغیر اللّٰہ''(نذر غیر اللہ کے لئے) حرام میں شامل کرکے عوام کو بہکایا۔ فقیر کی اس محنت سے اہلِ اسلام نے سمجھ لیا ہوگا کہ اَنبیاء واَولیاء کی نذرِ عُرفی حرام نہیں بلکہ حلال طیّب ہے، ورنہ اگر نذر کا دینا اَنبیاء واَولیاء کے واسطے حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ حرام فرماتا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نذر کو علی الاعلان(واضح طور پر) منع فرماتے، بلکہ ایسے عُرفِ شرعی کے ثواب کی نذر مردوں کے لئے ادائیگی کا حکم فرماتے جیسے گزرا اور تحریکِ وہابیّت سے پہلے کی تفاسیر اور فتاویٰ جائز لکھتے آئے، چنانچہ تفسیرِ اَحمدی میں ہے:

أَنَّ ٱلْبَقَرَةَ ٱلْمَنْذُورَةَ لِلْأَوْلِيَاءِ –كَمَا هُوَ ٱلرَّسْمُ فِي زَمَانِنَا– حَلَالٌ طَيِّبٌ.[38] (تفسیرِ اَحمدی، پارہ ۲، صفحہ ۵۶)

ترجمہ: جو گائے نذر کی جاتی ہے اَولیاء اللہ کو جیسا کہ یہ ہمارے زمانے میں رسم ہے، حلال پاک ہے۔

کیا مُلّا جیون جن کی کتاب پڑھ کر عُلماء، فِقْہی(فقیہ) ہونے کی سَند لیتے ہیں، اُن پر فتویٰ کفر لگاؤ کیونکہ اُنہوں نے اَولیاء کی مَنذورہ اشیاء(نذر کی ہوئی چیزوں) کو حلال(و) پاک ہونے کا فتویٰ دیا۔ ہمارا سوال ہے، کیا اُن کے زمانے میں فُقہاء نہ تھے؟ کیا وہ قرآن وحدیث کو سمجھنے والے موجود نہ تھے جو اُن پر فتویٰ کفر چسپاں کرتے؟ یا آج تک کوئی ایسا عالم نہیں ہوا جس نے اُن کا رد کیا ہو؟ معلوم ہوا کہ انبیاء واولیاء کے خلاف فتویٰ بازی صرف اور صرف تحریک وہابیّت کی بدعت ہے اور فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ[39] **ترجمہ:** ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔

مستحقِ نار(جہنم کے حقدار) ہیں اور اہل سنت کو نویدِ جنّت(جنّت کی خوشخبری) ہے۔

منّت میلاد شریف وگیارھویں شریف) اللہ تعالیٰ نے منّت(نذر) پوری کرنے والوں کو نویدِ جنّت(جنّت کی خوشخبری) سنائی ہے، چنانچہ فرمایا:

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ (پارہ ۲۹، سورہ الدھر، آیت ۷،۶)

ترجمہ: جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے، اپنے محلوں میں سے، جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے، اپنی منّتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

---

[38] (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية لملا جيون الحنفي، البقرة: 173، ص55، دار الكتب العلمية، 2010)

(جهود العلماء الحنفية في ابطال عقائد القبورية لشمس الدين السلفي الأفغاني، المطلب الاول عرض عقيدة القبورية في نذورهم لاهل القبور، 1546/3، دار السميعي، الرياض، السعودية، الطبعة الأولى: 1416هـ/1996)

[39] (سنن النسائي، كتاب الجمعة، كيف الخطبة، 188/3، الحديث، 1578، : مكتب المطبوعات الإسلامية حلب الطبعة: الثانية، 1406هـ/1986ء)

فائدہ) اِس آیتِ کریمہ میں ''یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ'' میں عموم ہے، شارِع (اللہ اور اس کے رسول ﷺ) کے عُموم کو آپ خاص نہیں کرسکتے ''عِبَادُ اللہِ'' کی شان بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے فعل ''یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ'' سے ان کی نہ صرف تعریف فرمائی ہے بلکہ انہیں جنّت کی اعلیٰ نعمتوں سے نوازنے کا وعدہ فرمایاہے۔ چنانچہ اس سے قبل یوں ہے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا○ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُ اللہِ یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا○ (پارہ۲۹، سورہ الدھر، آیت۶،۵)

ترجمہ: بے شک نیک (بندے) پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملونی (ملاوٹ) کافور ہے۔ وہ کافور کیا؟ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے، اپنے محلوں میں سے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

منّت ماننے والے) اس آیت کے شانِ نزول میں مفسّرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علیِ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فِضّہ کے حق میں نازل ہوئی، حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے، ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی، نذر کی وفا کا وقت آیا، سب صاحبوں نے روزے رکھے، حضرت علیِ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع (صاع ایک پیمانہ ہے) جَو لائے، حضرت خاتونِ جنّت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کرکے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔

حضرت صدرُ الاَفاضِل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں تک شانِ نزول لکھا۔ حضرت امام اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ نے روح البیان میں تحتِ آیتِ مذکورہ یوں اِضافہ فرمایا کہ بہر حال خاتونِ جنّت نے ایک صاع ایک دن پکایا جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک سائل (مانگنے والا) آیا عرض کی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھرانے والوں میں ایک مسکین مسلمان بھوکا ہوں مجھے طعام (کھانا) کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنّت کے دستر خوان عطا فرمائے چونکہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے پانچ ٹکڑے ہر ایک کے لئے علیحدہ پکا کر ہر ایک کے آگے رکھا تھا اسی لئے سب نے اپنا اپنا حصہ اُٹھا کر مسکین کو دے دیا۔ مروی ہے کہ جب مسکین کی آواز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان مبارک میں گونجی تو بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

فَاطِمَةُ ذَاتُ ٱلْمَجْدِ وَٱلْيَقِينِ　　يَا بِنْتَ خَيْرِ ٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ
أَمَا تَرَيْنَ ٱلْبَائِسَ ٱلْمِسْكِينَ؟　　قَدْ قَامَ بِٱلْبَابِ لَهُ حَنِينٌ
يَشْكُو إِلَى ٱللهِ وَيَسْتَكِينُ　　يَشْكُو إِلَيْنَا جَائِعًا حَزِينًا (40)

یعنی اے فاطمہ! بزرگی اور یقین والی، اے تمام لوگوں سے بہتر شخصیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی! کیا کمزور، مسکین کو نہیں دیکھ رہی ہو جو ہمارے دروازے پر کھڑا زاریاں (آہ و بُکا) کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں شکایت اور عاجزی کر رہا ہے، غمگین ہو کر ہمیں بھوک کا شکوہ سُنا رہا ہے۔

بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں فرمایا:

---

[40] (تفسیر روح البیان، سورہ الدھر=الإنسان: 10 إلى 15، 10/268، دار الفکر۔ بیروت)

أَمْرُكَ يَا ابْنَ عَمٍّ، سَمْعٌ وَطَاعَةٌ مَا بِيَ مِنْ لُؤْمٍ وَلَا ضَرَاعَةٍ

أَرْجُو إِذَا أَشْبَعْتُ ذَا مَجَاعَةٍ أَلْحِقْ بِالْأَخْيَارِ وَالْجَمَاعَةِ

وَأَدْخِلِ الْخُلْدَ وَلِيْ شَفَاعَةٍ[41]

یعنی تیرا حکم اے چچازاد! سر آنکھوں پر مجھے اس سے نہ ملامت ہے، نہ بیزاری۔ جب تم بھوکے کا پیٹ بھروگے تو میں حق کی اُمید رکھتی ہوں۔ایسے اخبار (احادیث) میں ہے اور سب کا اتفاق ہے اور بہشت میں داخل ہوں گی اور مجھے شفاعت ابا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصیب ہو گی۔

تمام طعام (کھانا) اُٹھا کر مسکین کو دے دیا اور خود بھوک پر صبر کیا اور رات بسر کی اور صرف پانی پر گزارہ کیا اور شام کو بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے دوسرا صاع پیس کر پکایا اور افطار کے وقت تمام جمع ہوئے طعام (کھانا) سامنے تھا، ابھی افطار کرنے ہی والے تھے کہ باہر سے کسی نے آواز دی "السلام علیکم" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے والو! میں مہاجرین کا ایک یتیم ہوں، میرا باپ یوم العقبہ میں شہید ہوا۔ براہِ کرم مجھے طعام (کھانا) کھلاؤ، اللہ تمہیں جنّت کے دستر خوان عطا فرمائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یتیم کی آواز سنی تو حضرت خاتونِ جنّت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف متوجّہ ہو کر فرمایا:

إِنِّي لَأُعْطِيهِ وَلَا أُبَالِي وَأُوثِرُ اللّٰهَ عَلَىٰ عِيَالِي

أَمْسُوا جِيَاعًا وَهُمُوا أَشْبَالِي أَصْغَرُهُمْ يُقْتَلُ فِي الْقِتَالِ وَيَبْكِي[42]

ترجمہ: میں اپنا طعام (کھانا) یتیم کو دیتا ہوں اور اس کی مجھے پرواہ نہیں اور میں اپنے بچّوں پر یتیم کو ترجیح دیتا ہوں اور وہ بھوکے رہیں لیکن طعام (کھانا) اُس بچّے کو دوں گا جس کا باپ جنگ میں شہید ہوا۔

چنانچہ تمام صاحبان نے جو تمام طعام (کھانا) آگے رکھا ہوا تھا یتیم کو دے دیا اور خود بھوکے سو گئے، تیسرے روز حسب سابق بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے ایک صاع جَو کا آٹا پیس کر پکایا۔ شام کو افطار کے لئے تمام اکٹھے ہوئے طعام (کھانا) سامنے رکھا۔ ابھی افطار کرنے والے ہی تھے تو باہر سے آواز آئی "السلام علیکم" اے اہلِ بیتِ نبوّت! میں قیدی ہوں مجھے طعام کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنّت کے دستر خوان سے کھلائے۔ سب نے اپنا طعام (کھانا) اُٹھا کر قیدی کو دے دیا۔

بُھوک سے نڈھال کُنبہ (خاندان) چوتھے روز شہزادے حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہاتھ میں ہاتھ ملا کر بارگاہِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ شہزادے بُھوک سے نڈھال ہیں اور کانپ رہے ہیں۔ پُوچھا! شہزادے کیا ہے؟ شہزادوں نے ماجرا سنایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا وہ محراب میں بیٹھی ہیں لیکن بھوک کی وجہ سے

---

[41] (تفسیر روح البیان، سورہ الدھر=الإنسان: 10 إلی 15، 268/10، دار الفکر۔ بیروت)

[42] (تفسیر روح البیان، سورہ الدھر=الإنسان: 13، 269/10، دار الفکر۔ بیروت)

پیٹ، پیٹھ سے لگ چکا ہے اور آنکھیں دھنس گئی ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ معاملہ ناگوار گزرا تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور عرض کی اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اہلِ بیت کے بارے میں خوشگوار فرمائیے، لیجئے یہ سورۃ ''هَلْ اَتٰى'' اور یہ انہیں پڑھ کر سنائیے۔[43]

تردیدِ شیعه) اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اَبرار صرف اہلِ بیت ہیں اور کوئی نہیں کیونکہ قاعدۂ تفسیر مسلّم جانبین ہے (ہمارے اور مخالفین کے نزدیک متفق علیہ) کہ آیتِ خُصوص، عموم کے منافی نہیں ہوتی فلہذا مورِدِ خاص ہے تو حکم عام ہے یعنی عمومِ لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خُصوصیٔ سبب کا، اسی لئے اس میں بحسبِ اِشتراکِ عمل اہلِ بیت کے سِوا اور حضراتِ صحابہ کرام واَولیاء داخل ہیں۔

راوِی کے ضَعف (کمزور ذہن) سے قصّہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ یہ بھی قصّہ ایسا ہی ہے لیکن چونکہ عُلماء کرام میں یہ قصّہ مشہور ہے اور کتاب میں مسطور (لکھا ہوا) ہے، اس لئے اہلِ بیت کی فضیلت سے انکار نہیں لیکن عقیدہ کی بنیاد یا کوئی حکمِ شرعی اس سے مُستَنبَط (ماخوذ) نہیں ہو گا۔

حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (باوجودیکہ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عُشّاق سے ہیں) فرماتے ہیں کہ

''هٰذَا حَدِيثٌ مُفْتَعَلٌ لَا يُرَوِّجُ إِلَّا عَلَىٰ أَحْمَقَ جَاهِلٍ.''

ترجمه: یہ حدیث موضوع، من گھڑت ہے اسے رواج نہیں دے گا سوائے اَحمق اور جاہل کے۔

اور ابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِسے موضوع کہا ہے اور روایت کے موضوع ہونے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں۔[44]

تحقیقِ صاحب روح البیان) صاحبِ روح البیان قدّس سرہ نے فرمایا کہ صحتِ روایت کا تقاضا، یوں ہو سکتا ہے کہ آیتِ مدینہ ہو کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے بعد ہی بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا اور جمہور مفسّرین نے فرمایا کہ سورہ ''هَلْ اَتٰى'' مکیہ ہے اللہ تعالیٰ ان سے مُسامحَت (درگزر) فرمائے۔[45]

تحقیق دهر مدینه هونے کی) علامہ فناری رحمہ اللہ الباری نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں فرمایا اور بہت بڑے اکابِر عُلماء سے نقل کیا کہ سورۃ ''هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ'' مدینہ پاک میں نازل ہوئی، ایسے ہی مجاہد و قتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے نقل فرمایا، سوائے ایک آیت کے وہ ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝ (پارہ۲۹، سورہ الدھر، آیت ۲۴)

ترجمه: تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ سنو۔

یہ مکیہ ہے، ایسے ہی حضرت حسن و عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور الماوردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ سورۃ مدینہ ہے سوائے آیت:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝ (پارہ۲۹، سورہ الدھر، آیت ۲۴)

ترجمه: تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ سنو۔کے یہ مکیہ ہے۔

---

[43] (تفسير روح البيان، سورہ الدھر=الإنسان: 269/13.10. دار الفكر ـ بيروت)

[44] (تفسير روح البيان، سورہ الدھر=الإنسان: 269/13.10. دار الفكر ـ بيروت

[45] (تفسير روح البيان، سورہ الدھر=الإنسان: 269/13.10. دار الفكر ـ بيروت)

اس سے معلوم ہوا کہ قیدی کی حاضری مدینہ پاک میں ہوگی کیونکہ آیتِ قتال کے بعد ہی قیدی کا سوال ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ قتال سے پہلے قیدی کہاں اور سب کو معلوم ہے کہ جہاد کا حکم مدینہ پاک میں ہوا اور یہ بھی ہے آیاتِ مکیہ کو آیاتِ مدینہ میں ملایا جاتا ہے اسی لئے ایسی سورۃ کے لئے تم کہہ سکتے ہو کہ وہ سورۃِ مکیہ ہے یا وہ سورۃِ مدینہ ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سورۃ(دھر) کی آیات زیادہ مدینہ ہیں اور اہلِ تفسیر کا قاعدہ ہے کہ جس سورۃ کی آیات جس طرح کی زائدہ ہوں اسی نام سے موسوم ہوتی ہیں اسی لئے یہ سورۃ مدینہ ہونے کی حقدار ہے نہ کہ مکیہ کی۔

ایمان افروز فیصلہ) صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا:

وَنَحۡنُ لَا نَشُكُّ فِي صِحَّةِ ٱلۡقِصَّةِ، وَٱللَّهُ أَعۡلَمُ.[46] یعنی ہم قصہ کی صحت میں شک نہیں کرتے۔

تبصرہ اُویسی غفرلہ) قصہ صحیح ہے تو اس سے روافض، اہلِ بیتِ کرام کی فضیلت سے خلافت بلا فصل یا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت کا ثُبوت پیش نہیں کرسکتے کیونکہ اوّل کے لئے نصِّ قطعی ضروری، دوسرے کے لئے جزوی فضیلت کو کُلی فضیلت پر ترجیح کیوں؟۔

اہلِ سنت کا بیڑا پار) خوش قسمت سنّی کہ وہ نذر ماننے کا عادی ہے۔ اسے اپنے اسلاف، صالحین اور صحابہ کرام و اہلِ بیت عِظام کی وِراثت نصیب ہے۔ ہر مشکل میں منّت مانتا ہے یا اللہ کام ہو جائے، میلاد شریف کروں گا، گیارہویں دوں گا، فلاں بزرگ کی بارگاہ میں دیگیں پکاؤں گا وغیرہ وغیرہ اور نذرِ شرعی کے ساتھ نذرِ عُرفی پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نذر والوں کو یوں نوید(خوش خبری) سُناتا ہے:

فَوَقٰىهُمُ اللهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿ۚ۱۱﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿ۙ۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿ۚ۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ﴿ۙ۱۵﴾ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿ۚ۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ (پارہ۲۹، سورہ دھر، آیت ۱۱تا۲۲)

ترجمہ: تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی اور ان کے صبر پر انہیں جنّت اور ریشمی کپڑے، صِلہ(جزا) میں دیئے، جنّت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے، نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے، نہ ٹھٹھر(سردی) اور اس(جنت) کے سائے، ان پر جھکے ہونگے اور اس(جنت) کے گُچھے (پھل) جھکا کر نیچے کر دیئے ہوں گے اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کُوزوں کا دور(گشت) ہوگا جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔ کیسے شیشے، چاندی کے ساقیوں(پینے والوں) نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی مِلونی(ملاوٹ) ادرک ہوگی۔ وہ ادرک کیا ہے جنّت میں ایک چشمہ ہے، جسے سَلسبیل کہتے ہیں اور ان کے آس پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے، جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے کہ موتی ہیں بکھیرے ہوئے اور جب ادھر نظر اُٹھائے ایک چین(نعمت ہی نعمت) دیکھے اور بڑی سلطنت۔ ان(جنتیوں) کے بدن پر ہیں کریب کے(یعنی نرم اور باریک) سبز

---

[46] (تفسیر روح البیان، سورہ الدھر=الإنسان: 269/13.10، دار الفکر-بیروت)

(رنگ کے) کپڑے اور قنادیز کے (یعنی چراغ کی مثل چمکدار کپڑے) اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔ ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ (بدلہ) ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

فائدہ) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں۔ جن میں منّت ادا کرنے والے بھی ہیں۔ کو انعامات کے وعدے اور جنّت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا تا کہ اہلِ ایمان واسلام ایسے نیک عمل کر کے جنّت اور اس کی نعمتوں کے لئے للچائیں۔ یقین کیجئے مخالفین عُرفی نذر سے تو ازل سے محروم ہیں بُھولے سے بھی نہیں کریں گے کیونکہ انہیں نذرِ عُرفی شرک اور حرام نظر آتی ہے اور نذرِ شرعی سے ویسے بھی محروم ہیں اور اہلِ سنّت کے عوام وخواص ہر جگہ نذرِ شرعی اور عُرفی پر عمل کرنے والے نظر آتے ہیں۔ (الحمدللّٰہ علیٰ ذلک)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۲۶ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

بہاول پور۔ پاکستان

خاتمہ) آخر میں فقیر رِسالۂ نذر ونیاز مصنّفہ (جس کے مصنف) شاہ رَفیعُ الدّین دَہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بقدرِ ضرورت لکھ رہا ہے تا کہ سند رہے۔ اس لئے شاہ رفیع الدین دہلوی قدس سرہ اہلِ سنّت کے تو محسن ہیں ہی فُضَلائے (جمع فاضل) دیوبند اور غیر مقلّدین انہیں اپنا پیشوا مانتے ہیں ان کی تحریر، نزاع (جھگڑا) ختم کر سکتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اما بعد! حضرت شاہ رفیع الدین محدّث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ اسماعیل دہلوی کی تحریکِ وہابیّت میں شُمولیّت سے پہلے وِصال فرما گئے تھے۔ البتہ آپ کے صاحبزادہ کا شاہ مخصوص اللہ وشاہ موسیٰ رحمہما اللہ نے اس کا زمانہ پایا اور اس کی خبر لی۔

آپ نے یہ رسالہ نذر ونیاز فارسی میں تحریر فرمایا۔ دیوبندیوں نے بھی اس کا ترجمہ کیا اور اس میں خیانت بھی اور تحریف بھی۔ فقیر نے ترجمہ کے ساتھ حواشی بھی لکھے تا کہ کہیں اِشکال ہوں تو وضاحت ہو جائے۔

دراصل موضوع یوں ہے کہ نذر دو قسم کی ہے:

(۱) فقہی شرعی

(۲) عُرفی بمعنی نذرانہ، ہدیہ، تحفہ۔

پہلی قسم خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ دوسری قسم، محبوبانِ خدا کے لئے مستعمل ہوتی ہے۔ مخالفین خلطِ بحث (یعنی دونوں قسموں کو خلط ملط) کر کے دوسری قسم کو پہلی قسم بنا کر اہلِ سنّت کو مُشرک کہتے اور عوام کو بہکاتے ہیں۔ رسالۂ ہٰذا میں تمام اَبحاث واضح کی گئیں ہیں۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

۲۱ شعبان ۱۳۸۶ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بعدِ حمد وشکرِ ربِ العزت (اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کے بعد) ودرود وسلام بر خاتم النُّبوّۃ، بر مُتوسّلانِ جنابِ اہلِ بیت واہلِ ولایت، مسکین محمد رفیع پر دراز ہے کہ یہ کلمات نذر (منّت) کے متعلق ہیں، جو اولیاء اللہ کے مزارات پر پیش کی جاتی ہے۔ یہ باب چند مَسائل پر مشتمل ہے۔

مسئلہ اول) یہاں جو لفظِ نذر واقع ہوتا ہے اس سے شرعی معنی مراد نہیں ہوتا کہ جس کی ایجاب (یعنی پورا کرنا) واجب ہو، جو عبادتِ مقصودہ کی جنس اور تقرّبِ الٰہی کے قبیل سے ہو بلکہ وہاں عُرفی معنی مراد ہے کیونکہ عُرف میں جو چیز بزرگوں کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے اسے نذر و نیاز کہتے ہیں۔ ہاں کبھی اس میں نذرِ شرعی بھی ہوسکتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ نذر (جو شرعی نذر ہے) صرف اولیاء کے لئے ہے۔ حرام ہے کیونکہ فرمان وارد ہوا ''لَا نَذۡرَ لِغَیۡرِ اَللّٰہِ.'' نذر (شرعی) غیر اللہ کے لئے نہیں ہوتی اور کسی کو مستقل طور پر حاجت روا (حاجت پوری کرنے والا) سمجھنا اور اسے نفع ونقصان کا مالک اعتقاد کرنا صورۃً شرکِ اکبر کی ایک قسم ہے نہ کہ حقیقۃً ہے۔

اولیاء کی نذر تین وُجوہ سے مُباح (جائز) ہے۔

(۱) نذر ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے لیکن ان حضرات کو اس نذر کا صرف مَصرف (خرچ کرنے کی جگہ) سمجھا جائے، گویا وہ شخص اللہ تعالیٰ کو عرض کرتا ہے کہ اے الٰہ العلمین! میری فلاں مراد حاصل ہوجائے تو یہی نذر فلاں بزرگ کے خُدّام کی خدمت میں حاضر کروں گا۔

(۲) اولیاء کرام کو اپنے مقصد کا سفارشی سمجھنا گویا یوں عرض کرتا ہے کہ اے الٰہ العلمین کے پیارے بندے! میری مشکل کے لئے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا کہ میرا مقصد حل ہوجائے۔ تیری جانب سے اللہ کی بارگاہ میں اتنا طعام (کھانا) یا نقدرقم میں پیش کروں گا اور اس کا ثواب آپ کو ہی واپس لوٹے گا اور اس صورت سے بھی جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو وصیّت فرمائی کہ جب تک آپ زندہ رہیں تو میری جانب سے قربانی کرتے رہنا اس میں کوئی بات کو کوئی وسیلہ نہیں کیا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کنواں کُھدوا کر کہا ''هٰذِهٖ لِأُمِّ سَعۡدٍ''[47] یعنی یہ سعد کی ماں کا ہے یعنی اس کا ثواب اُم سعد کو پہنچا۔

(۳) ولی کامل کو بارگاہِ حق میں وسیلہ بنائے، گویا یوں کہے کہ یا اللہ بہ برکتِ فلاں بزرگ اور اپنی ان عنایات اور مہربانیوں کے صدقے جو تونے اس کامل کو دیں، جو اس نے اپنی زندگی تیری بندگی اور رضا جوئی میں گزاری، اگر تونے میری فلاں مشکل آسان فرمادی تو اتنا مال تیرے لئے خرچ کروں گا جس کا ثواب فلاں بزرگ کی روح کو پیش کروں گا تاکہ اس بزرگ سے میری اس نیاز مندی سے تو خوش ہوجائے گا، تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ اَحناف کے مذہب میں یہ مُسلّم (تسلیم شدہ) مسئلہ ہے کہ

---

[47] (سنن ابی داؤد. کتاب الزکاۃ. باب فی فضل سقی الماء. 2/130. الحدیث 1681. المکتبۃ العصریۃ)

انسان کو جائز ہے کہ وہ اپنے نوافل کا ثواب جس کو چاہے دے سکتا ہے۔

شاہ رفیع الدین قدس سرہ کا رسالہ ''نذر'' یہ فقیر نے علیحدہ شرح کے ساتھ لکھا ہے، بنام ''اصلاح المسلمین بتحریر شاہ رفیع الدین''۔

اھل سنت عوام و خواص سے اپیل) چونکہ یہ فقہ کا ایک اہم مسئلہ ہے اور عوام و خواص میں مروج ہے اس میں عوام چند غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں جنہیں دیکھ کر مخالفین بے پر کی اُڑاتے ہیں عوام کی غلطیاں خواص (علماء ومشائخ) کے سر تھوپتے ہیں اسی لئے فقیر کی گزارش ہے کہ عوام اس مسئلہ کی مکمل حقیقت سے آگاہی حاصل کریں اور خواص (علماء ومشائخ) سے اپیل ہے کہ عوام کو مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ فرما کر ان سے منّت منوتی شرعی اصول کے مطابق عمل میں لائیں اگر کوئی اصولِ شرعی کو بالائے طاق رکھ کر اپنی مارتا ہے تو آپ علی الاعلان (وضاحتوں) ان جاہلوں سے برأت کا اظہار فرمائیں۔

مخالفین کوانتباہ) چونکہ یہ ایک مشہور فقہی مسئلہ ہے، جسے تمہارے اکابر بھی مانتے ہیں کہ یہ منّت منوتی اور نذر و نیاز شرعی نہیں عُرفی ہے اگر شرعی نذر ہے تو اس میں انبیاء و اولیاء کے اسماء گرامی بطورِ وسیلہ ہیں لیکن تم نے محض اہلِ سنّت کی ضد میں عوام کو بہکانے کے لئے اسے شرک اور حرام تک پہونچا دیا ہے حالانکہ شرک و حرام کے فتویٰ کے لئے نصِّ قطعی[48] ضروری ہے اور اس کے لئے نصِّ قطعی کہاں۔ اسی لئے اپنے اَنجام کی بربادی کے بجائے ہماری تحریر کو غور سے پڑھ کر اپنا اَنجام نیک بنائیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّم

ھذا ما آخر رقمہ قلم

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

۲۵ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ، ۴ مئی ۱۹۹۷ء قبل صلوٰۃ العصر

بہاول پور۔ پاکستان

[48] (ایسا صریح حکم جسکا ثبوت یقینی ہو اور کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔)